The Social Interaction of Language

زبان کا سماجی تفاعل

Dr.Waqar Ahmad*[1]
Lecturer (Visiting) Department Of Urdu ,University Of Mianwali.
Dr.Tanveer Ul Islam*[2]
Punjab Highway Patrol, Chiniot.

[1] *ڈاکٹر وقار احمد
لیکچرار (وزٹنگ) شعبہ اردو، یونیورسٹی آف میانوالی
*[2]ڈاکٹر تنویرالاالسلام
پنجاب ہائی وے پٹرول، چنیوٹ

Correspondance: waqar.gcu786@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 17-01-2025
Accepted:15-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: In language, the spoken word is recognized as more important than the written word, i.e. spoken language is recognized as linguistically more important than written because language is not invented by an individual. Various cultural factors, colorful natural elements, continuous interaction, customs and society, continue to be absorbed in each other for centuries. Then, gradually, the characteristics of a language are highlighted, and this language interprets this society and society.

KEYWORDS: Language, Social , Function , Russian Formalism, Mekhail Bakhtin , Literiness , Communication

سماجی لسانیات، لسانیات کی ایک اہم شاخ ہے جس میں سماج اور زبان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سماج میں جس قدر رنگینی ہو گی اس قدر اس سماج کی زبان بھی رنگین ہو گی۔ایک سماج کے اندر رہنے والے مختلف افراد جو کہ مختلف طبقات اور پیشوں سے منسلک ہوتے ہیں اس قدر ان کی زبان بھی مختلف ہوتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ ان کا جغرافیہ بھی ان کی زبان پر اثر انداز ہوتا ہے۔لسانیات کے اس شعبے میں زبان کا مطالعہ سماج کے حوالے سے یعنی بنی نوع انسان کا مطالعہ نسل، زبان اور ثقافت کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبان دوسری نسلوں اور ثقافتوں پر بھی تسلط پا سکتی ہے اور اس شعبے میں بنیادی اہمیت زبان ہی کو حاصل ہے۔جب ہم اس شعبے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کو سامنے رکھا جاتا ہے کہ انسان کس نسل، ثقافت اور کس زبان سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں زبان کی اہمیت سب سے مقدم ہوتی ہے۔ گویا سماج میں موجود پیچیدگی، وسعت اور مسائل یہ سب سماجی لسانیات کے موضوعات ہی ہیں۔ایک ترقی یافتہ اور مکمل زبان کئی بولیوں اور اسالیب سے اشتراکات رکھتی ہے جب کہ اس میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ اشتراکات اور اختلافات ہی سماجی موضوعات ہیں۔اس شعبے میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اشتراکات اور اختلاف کن اسباب کی بنیاد پر سامنے آتے ہیں۔ زبان تھوڑے بہت اختلاف کی بنیاد پر بدلتی رہتی ہے اور یہ اختلاف اور اشتراک علاقوں کی تبدیلی سے رونما ہوتے ہیں۔ڈاکٹر رؤف پاریکھ اس تبدیلی کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''ہر زبان آہستہ آہستہ اور غیر محسوس انداز میں بدلتی رہتی ہے اور ایک ہی زبان مختلف علاقوں اور طبقوں میں تھوڑے تھوڑے فرق اور اختلاف کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ یہ فرق اپنے بولنے والوں اور ان کے سماجی پس منظر کے بارے میں بھی بہت کچھ بتاتا ہے۔''(1)

سماجی فعل:(Social function)

سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات دو الگ موضوعات ہیں مگر دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ سماجی لسانیات تو یہ دیکھتی ہے کہ سماجی سطح پر طبقات کی زبان پر کیا اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً خواتین کے ہاں بولے جانے والے الفاظ مردوں کی زبان سے مختلف ہوتے ہیں۔اسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کی زبان اَن پڑھوں سے الگ نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ سماج ہی ہے جو زبان پر اثر ڈالتا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری سوچ پر معاشرے اور ماحول کا جو اثر پڑتا ہے سماجی لسانیات اس کا مطالعہ کرتی ہے۔ علم کا یہ شعبہ افراد اور معاشرے کی زبان پر پڑنے والے اثرات کو جانچتا ہے۔اس کے برعکس زبان کا سماجی نظام یہ بھی دیکھتا ہے کہ زبان کے معاشرتی نظام اور افراد پر کیا اثر پڑتا ہے۔اور کس طرح ایک خاص زبان بولنے والے ایک خاص انداز میں سوچتے ہیں۔ ہماری زبان کی بنیاد پر ہماری سوچ اور ذہنیت کس طرح متاثر ہو جاتی ہے اس کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ زبان کی سماجیات زبان کو سماج کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھتی ہے۔ سماجیات کے بارے میں گیان چند جین اس طرح لکھتے ہیں:

''سماجیات اور لسانیات بھی ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ زبان ایک سماجی
فعل ہے۔ سماجیات ہی سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ مرورِ ایام کے بعض
الفاظ کے معنی کیوں پست ہو جاتے ہیں اور بعض کے کیوں۔''(2)

بولیوں کا جغرافیہ:(Geography of Dialects)

ایک زمانے یا ایک ہی وقت کے اندر ایک ہی زبان کی مختلف علاقائی اور طبقاتی انداز میں بولی جانے والی مختلف صورت کے لسانی فرق کو (Language variation) کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جاتا ہے کہ زبان میں جغرافیائی تبدیلیوں کے تعلق سے پیدا ہونے والی یک زمانی (synchronic) یعنی ایک ہی زمانے کے اندر ہونے والی تبدیلی کے فرق کو (Variation) کہتے ہیں۔ جبکہ کثیر زمانی (Diachronic) یا وقت کے ساتھ ہونے والی تاریخی تبدیلی کو تغیر (Change) کہا جاتا ہے۔ زبان میں تبدیلی کا عمل (Variation) کہتے ہیں اور یہ فرق تین طرح سے ہوتا ہے۔ مقام، وقت اور طبقاتی، یہ تینوں صورتیں آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ وقت کے لحاظ سے جسے تغیر (change) کہا جاتا ہے یہ فرق یا اختلاف (variation) ہی ہے لیکن یہ تاریخی ہوتا ہے۔ فرق ایک ہی زبان کی قدیم اور جدید شکل کے درمیان ہو تو اسے تغیر (change) کہا جاتا ہے۔

زبان کو جغرافیائی محل وقوع کے اختلاف، علاقے یا جغرافیہ کی بنیاد پر دیکھا جائے تو یہ فرق بہت معمولی ہوتا ہے اور ایک ہی زمانے میں زبان کی تھوڑی سی مختلف شکل جو کسی اور جغرافیائی خطے یا علاقے (بالعموم ملحقہ علاقے) میں استعمال ہوتی ہے گویا ایک ہی زبان مختلف علاقوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اس کو علاقائی بولیاں یا ریجنل ڈائیلیکٹ (regional dialect) کہا جاتا ہے۔ خلیل صدیقی زبان کے علاقائی انحرافات کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

''کسی زبان کے علاقائی انحرافات یا بولیوں کا مطالعہ یا توضیح و تشریح بجائے
خود لسانیات کی ایک شاخ ہے۔ جسے dialectology یا بولیوں کا
جغرافیہ (Geography dialect) کہا جاتا ہے۔''(3)

طبقاتی اختلاف:(Class differences)

زبان میں فرق سماجی طور پر مختلف طبقوں کے درمیان ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہی عہد کے اندر معاشرے میں کوئی خاص طبقہ یا کوئی خاص گروہ یا کسی خاص پیشے سے منسلک افراد ایک ہی زبان کو مختلف انداز میں بولتے ہیں۔ اس انداز کو سماجی بولی یا سوشل ڈائیلیکٹ (Social dialect) کہا جاتا ہے۔ زبان میں یہ اختلاف اور فرق (Variation) علاقے کے لحاظ سے بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ زبان کا یہ فرق سماجی طبقے اور استعمال کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ یعنی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ زبان کون بول رہا ہے اور کس مقصد کے تحت اسے بولا جا رہا ہے اور وہ کس علاقے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب ہم زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مختلف لہجے بھی دکھائی دیتے ہیں اور ان لہجوں میں ایک معیاری لہجہ بھی سامنے آتا ہے جیسے معیاری یا ٹکسالی لہجہ کہتے ہیں

یہ لہجہ ہی معیاری زبان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب بھی کوئی واقع یا کہانی تحریر کی جاتی ہے تو اس لہجے کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ گوپی چند نارنگ معیاری کرخنداری لہجے کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''ملک کے دور دوراز علاقوں اور مختلف طبقات میں استعمال کے باعث اردو کی بہت سی علاقائی اور طبقاتی شکلیں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً اردوئے معلیٰ، دہلوی اردو، دکنی اردو، لکھنوی اردو، بیگماتی اردو، کرخنداری اردو وغیرہ۔ معیار زبان کے تعین کا عمل دراصل دہرا عمل ہوتا ہے۔ مقامی بولیاں ادبی زبان کو ذخیرہ الفاظ فراہم کرتی رہتی ہیں۔''(4)

امتیازی خصوصیات:(Distinctive features)

سماجی لسانیات کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس بات کا بھی اندازہ کیا جاتا ہے کہ زبان کے اندر مختلف سماجی طبقات کی بولیاں اور لہجے موجود ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر ان کے طبقات کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ان طبقات کے اندر رائج مختلف اصطلاحات کی جانکاری ملتی ہے۔ یہ اصطلاحات عام طور پر اسی گروہ اور طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد ہی جان سکتے ہیں جب کہ دوسرے افراد ان سے لاعلم ہوتے ہیں۔ یہ اصطلاحات اس گروہ کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ ان کی پہچان بھی ہوتی ہیں۔ ایک طبقے کے لوگ کسی دوسرے طبقے کی اصطلاحات کو اس وقت ہی جان سکتے ہیں جب ان کا تعلق کسی نہ کسی حوالے سے ان سے جڑا رہتا ہے۔ عام طور پر ایک طبقے کی اصطلاحات دوسرے طبقے کی اصطلاحات سے مختلف ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ طبقاتی لسانیات کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''زبان میں تھوڑے تھوڑے اختلاف اور فرق (variation) کی وجہ مختلف طبقات یا علاقوں میں ایک ہی زبان ایک ہی وقت میں مختلف شکلوں میں بولی جاتی ہے۔ زبان کی اسی طرح کی الگ الگ شکلیں جزوی طور پر مختلف کیفیات رکھنے کے باوجود ایک بڑے گروہ کا حصہ ہوتی ہیں۔ لیکن یہ شکلیں جزوی طور پر مختلف کیفیات رکھنے کے باوجود ایک بڑے گروہ کا حصہ ہوتی ہیں لیکن یہ شکلیں بہر حال اپنی کچھ امتیازی خصوصیات بھی رکھتی ہیں۔''(5)

پیداواری رشتے:(Production relations)

زبان کو اگر سماج کی سطح پر دیکھا جائے تو ایک شخص اپنی زندگی میں مختلف کام کر رہا ہوتا ہے اور اس کو زندگی کے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کی بنیاد پر اسے بہت سے افراد کے ساتھ زندگی کے معاملات طے کرنا ہوتے ہیں۔ کبھی اس کو بازار جانا ہوتا ہے کبھی اس کو سکول جانا ہوتا ہے کبھی اس کو سرکاری اداروں میں جانا ہوتا ہے۔ آئے روز زندگی کے ایام پورے کرنے کے لیے مختلف طبقات سے ملنا ہوتا ہے اسی طرح اس کو گھریلو کام کی انجام دہی کے لیے خاندان کے دوسرے افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی بنیاد پر اس کی زبان میں کہیں نہ کہیں فرق پڑتا رہتا ہے اور اس کو طرح طرح کے لہجوں اور رویوں سے

جانکاری ملتی رہتی ہے۔اس وجہ سے اس کے الفاظ دوسرے گروہوں سے ملتے رہتے ہیں اور دوسرے گروہوں سے نئے الفاظ بھی اس کی زبان میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ان حالات کی بنیاد پر دیکھا جائے تو پیداواری رشتے بھی سماجی سطح پر زبان کو متاثر کرتے ہیں۔شیما مجید اس سماجی صورتِ حال کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

> ''درحقیقت زبان کی بنیاد پیداواری رشتے ہوتے ہیں۔جب پیداواری رشتے تبدیل ہونے شروع ہوتے ہیں تو سماج کے پورے ڈھانچے میں دراڑیں بڑھنے لگتی ہیں۔اس کے ساتھ ہی تہذیب و ثقافت اور زبان کے سانچے بھی ٹوٹنے لگتے ہیں اور نئے سماج کی بنیادیں پڑنے لگتی ہیں۔''(6)

لسانی گروہ:(linguistic groups)

سماجی لسانیات کو سماج کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ کوئی ایک معیاری لہجہ بھی موجود ہے جس کی برتری ہر عہد میں موجود رہی ہے۔جب اردو زبان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو لکھنؤ اور دہلی کی زبانیں سامنے آتی ہیں،ان میں لکھنؤ کا لہجہ الگ دکھائی دیتا ہے۔لکھنؤ والے اپنے آپ کو زبان کے اعتبار سے الگ اور ممتاز کرتے ہیں اور بہت سوں کو گنوار اور جاہل تصور کرتے ہیں۔ان کے ہاں ایک نستعلیق زبان کا استعمال ہوتا تھا۔اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ زبان کو جب سماجیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کے اندر اسلوب کو بھی کافی عمل دخل ہے گویا اسلوب کو بھی سماجی لسانیات کی بنیاد پر الگ حیثیت حاصل ہے جس کی بنیاد پر لسانی اشتراکات سامنے آتے رہیں گے۔یہ اشتراکات کسی بھی زبان میں چاشنی پیدا کرتے ہیں اور انہی کی بدولت زبان ترقی کی منازل طے کرتی رہتی ہے۔خلیل صدیقی لسانی گروہوں کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''سماج طبقاتی ہو یا غیر طبقاتی، زبان اس کی ادبی، علمی، سائنسی، فنی، تکنیکی اور پیشہ ورانہ سطحوں کے مطابق روپ دھارتی اور اپنے منصب سے عہدبرآ ہوتی رہے گی۔ علماء اور دانشور زبان میں کتنی ہی توانائی، صلاحیت، جامعیت، عظمت اور وقار کیوں نہ پیدا کردیں لسانی گروہ کے عام افراد ہی کے لبوں سے اسے زندگی اور تقویت ملتی رہے گی۔ سماج سے اٹوٹ رشتہ ہی اس کی بقا کا ضامن ہے۔''(7)

تہذیبی بشریات:(Civilization Anthropology)

زبان کو جب معاشرتی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ یک لسانی نہیں ہوتا بلکہ ذولسانی ہوتا ہے اور اس کو کثیر اللسانی معاشرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔معاشرے میں ایک قومی زبان اور اس کی دوسری مقامی زبانیں بھی اپنا وجود رکھتی ہیں۔مقامی زبانیں جو کہ چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بولی جاتی ہیں اور قومی زبان ان کے اوپر غلبہ پائے رکھتی ہے۔ایک کثیر اللسانی معاشرے میں زبانوں کے الفاظ آپس میں لین دین کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے قومی زبان دوسری معیاری

اور علاقائی زبانوں کے اندر گھس کر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔اسی بنیاد پر اہم اور قومی زبان اپنی برتری کا دعویٰ کرتی ہے اسی طرح ایک بین الاقوامی زبان دوسری قومی زبانوں پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہتی ہے جس کی بنیاد پر زبانوں کے درمیان الفاظ کا تصادم جاری رہتا ہے۔

معاشرہ مختلف سماجی طبقات سے مل کر بنتا ہے اور یہ طبقات مختلف لسانی گروہوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔تمام لسانی گروہوں کے درمیان زندگی کے معاملات میں میل جول ہوتا رہتا ہے جس کی بدولت ایک گروہ کی زبان کے الفاظ دوسرے گروہوں کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے لسانی اشتراکات اور اختلافات سامنے آتے رہتے ہیں۔معاشرے کے ان طبقات کو اگر دیکھا جائے تو سماجی سطح پر ان کے درمیان تضاد موجود ہوتا ہے اور یہ تضاد اس معاشرے کو مختلف طبقات میں منقسم کر دیتا ہے۔ان طبقات کو مزید بالائی طبقہ، درمیانی طبقہ اور زیریں طبقہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔بالائی طبقہ کو حکمران درمیانی طبقہ کو زمین اور زیریں کو پاتال میں علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔طبقات کی اس تقسیم پر ہر ایک کے اپنے اپنے انداز ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی امتیازی برتری برقرار رہتی ہے۔سماجی لسانیات کو اگر معاشرے پر مزید پھیلایا جائے تو تعلیمی طبقات بھی سامنے آتے ہیں۔ان طبقات کو کلاسیکی، عام اور قومی زبانوں کے حوالے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔اقتدار حسین لسانیات اور متعلقہ علوم کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''لسانیات تہذیبی بشریات کی ایک شاخ ہے تہذیبی بشریات کا لسانیات میں ایک کارنامہ یہ ہے کہ اہلِ علم نہ صرف زبانوں میں دلچسپی لینے لگتے ہیں بلکہ مختلف تہذیبوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔تہذیبی بشریات نے لسانیات کو ایسا مواد فراہم کیا ہے جس سے قواعدی اور لفظی معنی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔''(8)

سماجی گروہ:(Social groups)

سماجی طبقات میں پیشہ ورانہ طبقات بھی ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ان میں معلم، مزدور، انجینئر، مذہبی اور سیاسی وغیرہ سب طبقات کی اصطلاحات عام سطح پر نہ بولی جاتی ہیں اور نہ سمجھی جاتی ہیں۔بلکہ ان شعبوں سے وابستہ افراد ہی ان کو سمجھ سکتے ہیں۔ بلکہ یہ افراد ایک حد کے اندر رہ کر اپنے الفاظ محفوظ کرتے رہتے ہیں۔مذہبی طبقات کو اگر دیکھا جائے تو ان میں مسلم، عیسائی، ہندو، سکھ، یہودی اور پارسی وغیرہ شامل ہیں۔ان کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کی بنیاد پر یہ لوگ اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں۔ملکی سطح پر دیکھیں تو قومیتی طبقات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ان میں ملکی اور غیر ملکی دونوں شامل ہوتے ہیں۔ملکی سطح پر جو طبقات سامنے آئے ہیں وہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر دسترس رکھے ہوئے ہیں۔جب کہ غیر ملکی افراد صرف اپنے ملک و قوم کی زبان ہی بول سکتے ہیں۔اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو ان طبقات کی الگ زبانیں اور اصطلاحات موجود ہوتی ہیں۔

سماجی لسانیات میں جب ہم معاشرے کو دیکھتے ہیں تو عمر کے لحاظ سے بھی افراد کے گروہ سامنے آتے ہیں۔اس میں ان لوگوں کاالگ گروہ ہوگااور بچوں کاالگ گروہ دکھائی دیتا ہے جب کہ بزرگ افراداپنی الگ ہی محفل جمائے نظر آتے ہیں۔ان سب کی زبان میں موجود اصطلاحات الگ الگ ہوں گی۔ فرد جو کہ معاشرے کی اکائی ہے اور بہت سے افراد مل کر معاشرہ اور سماج تشکیل دیتے ہیں۔ سماجی سطح پر دیکھیں تو یہ طبقات جنس کی بنیاد پر بھی سامنے آتے ہیں۔ان میں میل، فی میل، شی میل وغیرہ شامل ہیں ان طبقات میں موجود گروہوں کی الگ الگ اصطلاحیں اور ضروریات ہوں گی جن کی بنیاد پر ان کا اپناالگ مقام ہے۔ایک سماجی لسان میں ہر طبقے کے لسانی خدوخال الگ ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔

سماجی سطح پر جب ہم دیکھتے ہیں تو ایک گروہ ایسا بھی دکھائی دیتا ہے جس کا ذخیرہ الفاظ مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ مختلف سطحوں پر لفظیات، نحویات، معنیات میں فرق پایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ فرق لفظیات، اصطلاحات اور محاوروں میں پایا جاتا ہے اور ساتھ روزمرہ بھی الگ انداز میں سامنے آتا ہے۔ سماجی لسانیات میں جب دیکھا جائے تو مختلف طبقات میں لسانی آداب بھی پائے جاتے ہیں اور یہ آداب مختلف طبقات میں مختلف ہوتے ہیں۔ کسی میں یہ کم اور کسی میں لسانی تکلفات کی بھرمار ہوتی ہے۔ نام کو بیگاڑ کر استعمال کرنا بھی تکلفات میں آتا ہے۔ تحریری زبان پر تکلف ہو گی جب کہ بول چال میں بے تکلفی کا استعمال ہوتا۔ تحریری زبان میں قواعد کا خیال رکھا جاتا ہے جب کہ بول چال بے قاعدہ ہوتی ہے۔ تحریری زبان کا انداز امتحانی مرکز میں مختلف ہوگا جب کہ کمرہ کلاس کی آواز امتحانی مرکز سے الگ ہوتی ہے۔ سماجی لسانیات میں زبان کا مطالعہ سماجی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔اس دوران ظاہر ہونے والے اختلافات اور اشراکات کاالگ حسن ہے۔ نصیر احمد خان پس ماندہ طبقے کی لسانی صورت کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

> ''زبان میں تغیر و تبدل سماجی گروپوں یا جغرافیائی حالات کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ پس ماندہ لوگ اپنی زبان کو غیر شعوری طور پر بگاڑ کر بولتے ہیں۔ وہ زبان کی ساخت یا قواعد کے اصولوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ تلفظ خواہ وہ آواز سے متعلق ہو یا لفظ سے ان کے لیے فضول کی بات ہے۔''(9)

علاقائی بولیاں:(Regional dialects)

سماجی لسانیات میں بولیوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لسانیات کا مطالعہ جب ہم سماج کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بولیاں معنی دار آوازوں کے وہ جملے ہیں جو لوگوں کو آپس میں باندھ کر رکھتے ہیں۔آدمی اکیلا کوئی کام نہیں کر سکتا اس کو وقت گزارنے کے لیے دوسرے افراد سے میل جول کرنا پڑتا ہے۔ بولی یا بولیاں ایک ایسا سماجی کام ہے جو دوسروں کی دیکھا دیکھی سیکھا جاتا ہے۔ ماں باپ بولی کے پہلے استاد ہوتے ہیں جب کوئی فرد گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کو معاشرے کے دوسرے افراد سے واسطہ پڑتا ہے جن کی بولیاں الگ ہوتی ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر سماج میں زندگی کی مانگیں الگ ہوتی ہیں اور سبھی افراد برابر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ہر بولی ہر سوچ بتانے کی سکت رکھتی ہے۔ ہر بولی کی ریت یہ ہے کہ کسی سوچ کو ایک

بولی سے اور کسی سوچ کو کئی کئی بولیوں کی ملاوٹ سے ظاہر کرتی ہے۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ ایک سماج کئی بولیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ڈاکٹر رؤف پاریکھ ایسے لسانی معاشرے کو کثیر اللسانی معاشرہ قرار دیتے ہیں:

> ''سماجی لسانیات کا ایک خاص موضوع ایک ہی زبان میں پیدا ہونے والا یہی فرق اور اختلاف بھی ہے اور اگر ایک ہی زبان مختلف علاقوں میں تھوڑے سے فرق سے بولی جائے تو اسے علاقائی تحتی بولی یا ڈائیلیکٹ (dialect) کہا جاتا ہے۔''(10)

زبانوں کا اختلاف:(Difference of languages)

کسی بھی زبان میں جغرافیائی حدود سے لسانی ہمواری اور یکسانیت کی توقع نہیں رکھی جاتی۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بولنے والوں کی صوتی عادتیں ہی مختلف ہوتی ہیں۔ کسی بھی لسانی گروہ کے افراد میں افتادِ طبع، مزاج، نفسی کیفیت، مناہج فکر وغیرہ کی یکسانیت نہیں ہو سکتی ہے۔ مرد اور عورت کی تکلمی آوازیں بدیہی امتیاز رکھتی ہیں۔ مرد کے صوتی لبلبے عورت کی صوتی لبلبوں کی نسبت بڑے ہوتے ہیں۔اسی بنیاد پر ان کے لب و لہجہ اور آواز کی کیفیات میں اختلاف ہوتا ہے۔ موقع محل، نفسی کیفیت وغیرہ کا اثر تکلمی آواز اور لب و لہجہ پر ہوتا ہے۔ گھر میں افراد کے بول چال کا رنگ ڈھنگ اور بات چیت غیر رسمی ہوتی ہے۔اس میں قواعد کا احترام ہمیشہ کم دکھائی دیتا ہے۔ جب بھی کوئی فرد گھر سے باہر کے ماحول میں داخل ہوتا ہے تو اس کو رسمی زبان کا احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک باوقار معاشرے اور طبقے میں موجود ہے۔ کیتھ براؤن دیگر زبانوں کے اس اختلاف کو اس طرح لکھتا ہے:

> ''اس ضمن میں کچھ اختلاف بھی پائے جاتے ہیں اور بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ تاریخی لسانیاتی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض زبانیں اور زبانوں کے خاندان ایک نوع سے نکل کر دوسرے گروہ میں چلے گئے ہیں۔(11)

بولی:(Speech)

ایک زبان کے بولنے والوں کے اندر جس قدر ملنا جلنا ہو گا اسی قدر ان کی بولی یکساں ہو گی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی زبان میں مقامی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ اختلاف ایک زبان کو بولیوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ایک بولی کے بولنے والے افراد کی بولیوں میں کم و بیش یکسانیت ہوتی ہے۔ کسی زبان کا علاقہ جتنا بڑا ہو گا اس میں اتنی ہی زیادہ بولیاں موجود ہوں گی۔ یہ علاقہ اگر دشوار گزار ہو تو ان کے لوگ آپس میں بہت کم ملتے جلتے ہوں گے اور ان کے ہاں بولیوں کا فرق تھوڑے تھوڑے فاصلے پر محیط ہو گا۔ایسے قبائل یا گروہ جو نقل مکانی کی زندگی کم گزارتے ہیں ان کے ہاں بولیاں کم نوعیت کی ہوں گی۔ایک زبان کی مختلف بولیوں کے بیچ ایک دوسرے کو سمجھنے کی مقدار کم یا زیادہ ہوتی ہے۔اسے ہم بولی لچک (Dialect flexion) کہیں گے۔ گیان چند جین بولی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''بولی کسی زبان کی وہ ذیلی شاخ ہے جس کے بولنے والوں کو کسی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔''(12)

لہجہ:(Accent)

لسانیات میں لہجہ بول چال کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو کسی شخص، شہر، صوبہ، ملک میں خاص پایا جاتا ہوں۔ لہجہ کو انگریزی میں Accent کہتے ہیں۔ ایک ہی زبان کے بہت سے لہجے ہو سکتے ہیں۔ وقت اور فاصلہ بھی نیا لہجہ پیدا کرنے کا ایک سبب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی زبان کے ساتھ جب ہم سایہ زبانیں بولی جاتی ہیں تو لہجہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ لہجے میں آواز کا اتار چڑھاؤ، تلفظ کی ادائیگی، حروفِ علت اور حروف صحیح اور دباؤ(Stress) کا استعمال، قواعد معنیات، ذخیرہ الفاظ وغیرہ لہجہ کو مختلف بناتے ہیں۔ کچھ لہجے سماج میں اہمیت حاصل کر لیتے ہیں اور اعلیٰ و معیاری مانے جاتے ہیں۔ یہ اثر اس لیے ہوتا ہے کہ یہ لہجہ اور انداز امراء اور اعلیٰ طبقہ سے جڑا ہوتا ہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ لہجے بھی تبدیلیوں سے گزرتے ہیں۔ یہ لہجے باہمی اختلاط کے باوجود اپنی ایک مخصوص پہچان قائم کرتے ہیں۔ سید محمود الحسن لہجہ کی تبدیلی کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

''صوتی تغیرات زیادہ تر مختلف نسلوں کے اختلاف اور جسمانی فرق کی بنیاد پر ہوتے ہیں کیوں کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی آوازوں اور اُن کے تلفظ و لہجہ میں ضرور فرق ہو جاتے ہیں۔''(13)

زبان ایک سماجی فعل ہے اور اسی کے تحت زبان دو سطحوں پر کار گر ہوتی رہتی ہے۔ پہلی سطح پر زبان کی ساخت بنانا اور دوسری سطح پر اس کا اطلاق کرنا شامل ہے۔ زبان ہی انسان کے اظہار و خیالات اور ابلاغ کا وسیلہ اور اہم ذریعہ ہے جس میں بصری، سمعی اور صوتی حس استعمال ہوتی ہے۔ زبان میں تحریر شدہ الفاظ سے زیادہ ادا شدہ لفظ کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔ لسانی اعتبار سے تحریری سے زیادہ تکلمی زبان کو تسلیم شدہ مانا جاتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ زبان کسی ایک فرد کی ایجاد کردہ نہیں ہوتی۔ مختلف تہذیبی عوامل رنگا رنگ قدرتی عناصر، میل جول، رسوم و معاشرت جو ایک دوسرے میں صدیوں جذب ہوتے رہتے ہیں۔ تب کہیں رفتہ رفتہ کسی زبان کے خد و خال اجاگر ہوتے ہیں اور یہی زبان اس معاشرہ اور سماج کی ترجمانی کرتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2021ء، ص: 172۔173

2۔ ڈاکٹر گیان چند جین، عام لسانات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1985ء، ص: 31

3۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، ملتان: بیکن بکس، 2001ء، ص:49

4۔ گوپی چند نارنگ، اردو زبان اور لسانیات، رام پور: رام پور رضا لائبریری، 2006ء، ص: 259

5۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، ص: 180

6۔ شیما مجید، زبان اور علاقائی زبان، مشمولہ: زبان اور لسانیات کے مباحث، مرتبہ: محمد ابو بکر فاروقی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2016ء، ص:161

7۔ خلیل صدیقی، زبان، سماج اور تہذیب، مشمولہ: زبان اور لسانیات کے مباحث، مرتبہ: محمد ابو بکر فاروقی، کراچی: سٹی بکس پوائنٹ، 2016ء، ص:441

8۔ اقتدار حسین، لسانیات کے بنیادی اصول، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1985ء، ص: 18

9۔ نصیر احمد خان، اردو ساخت کے بنیادی عناصر، نئی دہلی: ذار پبلی کیشن، 1994ء، ص:33

10۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، لسانیات کے بنیادی مباحث، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2021ء، ص:177

11۔ کیتھ براؤن، (Keith Brown Et al)، Concise Encyclopedia of languages of the world، اوکسفورڈ، ایلویر لمیٹڈ، 2009ء، ص 291۔292

12۔ گیان چند جین، عام لسانیات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1985ء، ص:64

13۔ سید محمود الحسن رضوی، لسانیات اور اردو، لکھنو: احباب پبلشر، 1962ء، ص:75